

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

FACEBOOK POSTINGS

A MONTHLY DIGEST

November 24, 2012

DOW CLASS OF 1985



EDITED

SALEEM ABUBAKAR KHANANI



Saleem Khanani

"When I want to read a book, I write a book."

"The best way to become acquainted with a subject is to write about it. "

Benjamin Disraeli

Welcome to the first edition of the Dow 85-Facebook magazine. Our class has been very active on the net. We started our online career in 1997 with the establishment of the class web page designed by Saleem Abubakar Khanani. It was hosted by AOL for a number of years before the online giant decided to discontinue their web hosting service. By this time, however, our class fellows had reestablished contact with each other through emails and the every busy newsgroup established by Nadeem Zafar.

The focus has now shifted to Facebook. Many of us are regular contributors or visitors. The depth and breadth of the postings, both original and shared, by our class fellows reflect the variety of interests and talent in our class fellows.

I decided to compile a monthly magazine selecting some postings, news and photos of interest. This effort will be shared with our class fellows in the form of a PDF file and will also be put on a free internet file sharing web site www.archive.org.

OUR CLASS IN 2007 AT DOW MEDICAL COLLEGE



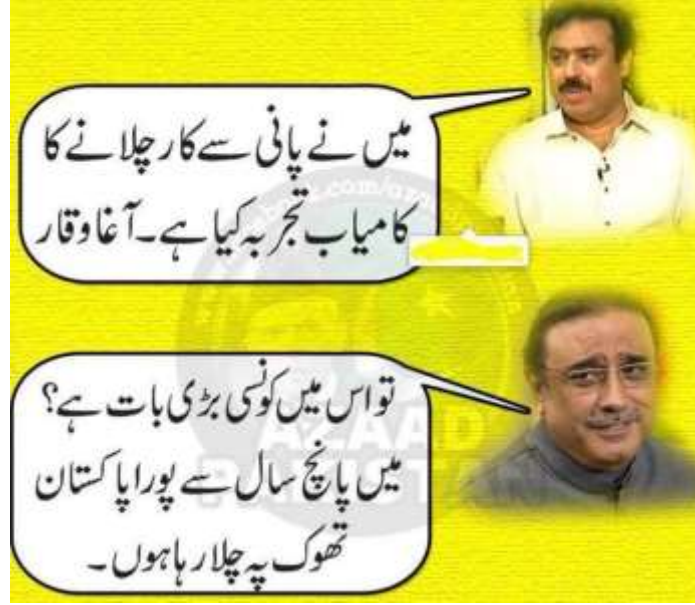
پڑھ لکھ کے، غور کر کے، سمجھ آئی ایک بات
تقسیم کربلا میں ہے تقسیم کائنات
سید رضی محمد

پڑھ لکھ کے، غور کر کے، سمجھ آئی ایک بات
تقسیم کربلا میں ہے تقسیم کائنات
کیا کچھ نہیں ہے پاس مگر پھر لا الہ
حب رسول و آل ہے سرمایہ حیات
ان میں ذرا کمی کی، نہ بیشی حسین نے
جو طے کئے تھے رب نے محمد سے معاملات
دنیا میں زیادہ لوگ برائے فروخت ہیں
کچھ کو حسینیت کے توسل سے ہے نجات
کس جنگ میں ہے فوج کی قلت میں فائدہ
جینے میں موت کب ہے تو کب موت میں حیات
دے دیں اگر یہ ذات بھی اور کائنات بھی
پورے نہ ہوں گے کربلا والوں کے واجبات
سید رضی محمد



SYED RAZI MUHAMMAD

Shared by Shams and Shah Muhammad Vaquas



Saleem Khanani



Colonel Muhammad Munir, Arif Hussain, Saleem Khanani, Sam Khan, Shehla Hussain and Sameera Hussain at Kebab King New York, September 2012.

Ardasher Cowasjee

"I am 86 now, too old to pen weekly columns. Besides what's there to write about with the same old politics and same old politicians. Do you really believe that they will go away? I am bored writing about them again and again," he said in an interview last month.

A sad comment by probably the most sincere and patriotic Pakistani journalist. He did not write for money. He did not have to. He never went for gimmicks to increase his ratings. He did not have to. He did not forge and spread rumors. He did not have to. Was he a "journalist"?

Pakistani journalists, most of them, don't do what he did.

And yet the learned ones loved him for his sincerity, patriotism and real journalism with the ability to write the truth.

In the end his final comments sum up the pessimism that many of us experience but do not find the words or the ways to express it. Or perhaps we don't want to express it, deal with it or share it with others. Keeping it hidden in the aging closet of our subconscious will not change anything. We must express it but not with a negative attitude. It's expression should be coupled with a plan to change it into optimism. And it begins with the motivation and determination to change oneself. We cannot change the existing politicians, bureaucrats and religious patriarchs. But perhaps a new Cowasjee may show the right path to the young Pakistanis of today to follow a path different than that of their elders.

HAJJ MUBARAK



FAYYAZ AHMAD SHAIKH, INAYAT ALI KHAN, HASSAN ALI HABIB AND MRS.

RANA KAZMI, SHEHNAZ KEHR



HAPPY BIRTHDAYS



NOVEMBER 2012

ARJUMAND ASIF

KEHKASHAN QAMAR

SHAH MUHAMMAD VAQUAS

SHARIQ ALI

۷۸۶

میں سیاہ نام ہوں دل ہے قوس قزح

(افریقہ کے قیام کے دوران لکھی گئی تقریر)
اپنے باہمت افریقی دوستوں کے نام)
پاس آؤ میرے وقتِ رقصِ جنوں
میں سیاہ نام ہوں دل ہے قوس قزح

ڈھول کی تھاپ پر دم دما دم قدم
جسم کی طفر قزاق میں کرب ستم
کتنی صدیوں کی ذلت سے ٹھائل ہے دل
تو بھی نفرت کے جذبوں کا قائل نہیں
خاک بر سر بدن ، خوں بد اماں انا
پھر بھی ہاتھوں میں رقصاں نذر آرزو

یوں دمکتا ہے ہو جیسے سورج نیا
میرے ماتھے پہ لکھا ہوا فیصلہ
مہرزہ زاروں میں جاگتی ہے امیدِ صبح
جنگلوں میں مہکتا ہے اب حوصلہ
میرے تھمرتوں کی سرشاریوں میں رواں
آنے والے دنوں کی دلادینریاں

و منہ کردار ہے اصل حسنِ بشر
ہوں تو سارے ہی رنگوں میں ہے روشنی
میری مٹی کی تاریخ کہتی ہے یہ
حسن و نیکی کہاں ، فیصلہ تم پہ ہے
حرص و لالچ سے تاریک اچلے بدن
عزم و ہمت سے روشن سیاہ نام میں

پاس آؤ میرے وقتِ رقصِ جنوں
میں سیاہ نام ہوں ، دل ہے قوس قزح
شارق علی



اقتباس از "چراغ تلے" مشتاق احمد یوسفی

مقدمہ نگاری کی پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی پڑھا لکھا ہو۔ اسی لیے بڑے بڑے مصنف بھاری رقمیں دے کر اپنی کتابوں پر پروفیسروں اور پولیس سے مقدمے لکھواتے اور چلواتے ہیں۔ اور حسب منشا بدنامی کے ساتھ بری بوجاتے ہیں فاضل مقدمہ نگار کا ایک پیغمبرانہ فرض یہ بھی ہے کہ وہ دلائل و نظائر سے ثابت کر دے کہ اس کتاب مستطاب کے طلوع ہونے سے قبل ادب کا نقشہ مسدس حالی کے عرب جیسا تھا۔

ادب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا
جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا

اس میں شک نہیں کہ کوئی کتاب بغیر مقدمہ کے شہرت عام اور بقائے دوام حاصل نہیں کر سکتی۔ بلکہ بعض معرکہ الآراء کتابیں تو سراسر مقدمے ہی کی چاٹ میں لکھی گئی ہیں۔ برنارڈ شا کے ڈرامے (جو درحقیقت اس کے مقدموں کی تضمین ہیں) اسی ذیل میں آتے ہیں۔ اور دور کیوں جائیں۔ خود ہمارے ہاں ایسے بزرگوں کی کمی نہیں جو محض آخر میں دعا مانگنے کے لالچ میں نہ صرف یہ کہ پوری نماز پڑھ لیتے ہیں بلکہ عبادت میں خشوع و خضوع اور گلے میں رندھی رندھی کیفیت پیدا کرنے کے لیے اپنی مالی مشکلات کو حاضر و ناظر جانتے ہیں۔ لیکن چند کتابیں ایسی بھی ہیں جو مقدمہ کو جنم دے کر خود دم توڑ دیتی ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر جانشن کا ڈکشنر، جس کا صرف مقدمہ باقی رہ گیا ہے۔ اور کچھ مصنف تو ایسے بھی گزرے ہیں جو مقدمہ لکھ کر قلم توڑ دیتے ہیں۔ اور اصل کتاب کی ہوا تک نہیں لگنے دیتے۔ جسیے شعر و شاعری پر مولانا حالی کا بھر پور مقدمہ جس کے بعد کسی شعر شاعری کی تاب و تمنا ہی نہ رہی۔ بقول مرزا عبدلودود بیگ، اس کتاب میں سے مقدمہ نکال دیا جائے تو صرف سرورق باقی رہ جاتا ہے۔

تاہم اپنا مقدمہ بقلم خود لکھنا کار ثواب ہے کہ اس طرح دوسرے جھوٹ بولنے سے بچ جاتے ہیں۔ دوسرا فائدہ یہ کہ آدمی کتاب پڑھ کر قلم اٹھاتا ہے ورنہ ہمارے نقد عام طور سے کسی تحریر کو اس وقت تک غور سے نہیں پڑھتے جب تک انہیناس پر سرقہ کا شبہ نہ ہو۔

پھر اس بہانے اپنے چند ایسے نجی سوالات کا دندان شکن جواب دیا جا سکتا ہے جو ہمارے ہاں صرف چالان اور چہلم کے موقع پر پوچھے جاتے ہیں۔ مثلاً کیا تاریخ پیدائش وہی ہے جو میٹرک کے سرٹیفیکیٹ میں درج ہے؟ حلیہ کیا ہے؟ مرحوم نے اپنے بینک بیلنس کے لیے کتنی بیویاں چھوڑی ہیں؟ بزرگ افغانستان کے راستے سے شجرہ نسب میں کب داخل ہوئے؟ نیز موصوف اپنے خاندان سے شرماتے ہیں یا خاندان ان سے شرماتا ہے؟ راوی نے کہیں آزاد کی طرح جوش عقیدت میں ممدوح کے جد امجد کے کانپتے ہوئے ہاتھ سے استرا چھین کر تلوار تو نہیں تھما دی؟

چنانچہ اس موقع سے جائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا مختصر سا خاکہ پیش کرتا ہوں۔

۔نام

سرورق پر ملاحظہ فرمائیے

۔خاندان

سو پشت سے پیشہ آباء سپہ گری کے سوا سب کچھ رہا ہے۔

۔تاریخ پیدائش

عمر کی اس منزل پر آ پہنچا ہوں کہ اگر کوئی سن ولادت پوچھ بیٹھے تو اسے فون نمبر بتا کر باتوں میں لگا لیتا ہوں۔

اور یہ منزل بھی عجیب ہے۔ بقل صاحب کشکول ایک وقت تھا کہ ہمارا تعارف بہو بیٹی قسم کی خواتین سے اس طرح کرایا جاتا تھا کہ فلاں کے بیٹے ہیں۔ فلاں کے بھانجے ہیں اور اب یہ زمانہ آگیا ہے کہ فلاں کے باپ ہیں اور فلاں کے ماموں۔ عمر رسیدہ پیش رو زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ اس کے آگے مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں۔

۔پیشہ

گو کہ یونیورسٹی کے امتحانوں میں اول آیا، لیکن سکول میں حساب سے کوئی طبعی مناسبت نہ تھی۔ اور حساب میں فیل ہونے کو ایک عرصے تک اپنے مسلمان ہونے کی آسمانی دلیل سمجھتا رہا۔

اب وہی ذریعہ معاش ہے۔ حساب کتاب میں اصولاً دو اور دو چار کا قائل ہوں۔ مگر تاجروں کی دل سے عزت کرتا ہوں کہ وہ بڑی خوش اسلوبی سے دو اور دو کو پانچ کر لیتے ہیں۔

۔ پہچان

قد: پانچ فٹ ساڑھے چھ انچ (جوتے پہن کر)
وزن: اوور کوٹ پہن کر بھی دبلا دکھائی دیتا ہوں۔ عرصے سے مثالی صحت رکھتا ہوں۔ اس لحاظ سے کہ جب لوگوں کو کراچی کی آب و ہوا کو برا ثابت کرنا مقصود ہو تو اتمام حجت کے لیے میری مثال دیتے ہیں۔
جسامت: یوں سانس روک لوں تو 38 انچ کی بنیان بھی پہن سکتا ہوں۔ بڑے لڑکے کے جوتے کا نمبر 7 ہے جو میرے بھی فٹ آتا ہے۔

حلیہ: اپنے آپ پر پڑا ہوں۔

پیشانی اور سر کی حد فاصل اڑ چکی ہے۔ لہذا منہ دھوتے وقت یہ سمجھ نہیں آتا کہ کہاں سے شروع کروں۔ ناک میں بذاتہ کوئی نقص نہیں مگر دوستوں کا خیال ہے کہ بہت چھوٹے چہرے پر لگی ہوئی ہے۔

۔ پسند

غالب، باکس ہے ، بھنڈی
پھولوں میں، رنگ کے لحاظ سے سفید گلاب اور خوشبوؤں میں نئے کرنسی نوٹ کی خوشبو بہت مروب ہے۔ میرا خیال ہے کہ سرسبز تازہ اور کرارے کرنسی نوٹ کا عطر نکال کر ملازمت پیشہ حضرات اور ان کی بیویوں کو مہینے کی آخری تاریخوں میں سنگھایا جائے تو گربسی زندگی جنت کا نمونہ بن جائے۔

پالتو جانوروں میں کتوں سے پیار ہے۔ پہلا کتا چوکیداری کے لیے پالا تھا۔ اسے کوئی چرا کر لے گیا۔ اب ہر بنائے وضع داری پالتا ہوں کہ انسان کتے کا بہترین رفیق ہے۔ بعض تنگ نظر اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمان کتوں سے بلاوجہ چڑتے ہیں حالانکہ اس کی ایک نہایت معقول اور منطقی وجہ موجود ہے۔ مسلمان ہمیشہ سے ایک عملی قوم رہے ہیں۔ وہ کسی ایسے جانور کو محبت سے نہیں پالتے جسے ذبح کرکے کھا نہ سکیں۔

گانے سے بھی عشق ہے۔ اسی وجہ سے ریڈیو نہیں سنتا۔

۔ چڑ

جذباتی مرد، غیر جذباتی عورتیں، مٹھاس، شطرنج۔

۔ مشاغل

فوٹو گرافی، لکھنا پڑھنا

۔ تصانیف

چند تصویران بتاں، چند مضامین و خطوط

۔ کیوں لکھتا ہوں

ذریلی نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ جب میرا جی عمدہ تحریر پڑھنے کو چاہتا ہے تو ایک کتاب لکھ ڈالتا ہوں۔ رہا سوال کہ یہ کھٹ مٹھے مضامین طنزیہ ہیں یا مزاحیہ یا اس سے بھی ایک قدم آگے۔۔ یعنی صرف مضامین، تو یہاں صرف اتنا عرض کرنے پر اکتفا کروں گا کہ وار ذرا اوچھا پڑے، یا بس ایک روایتی آنچ کی کسر رہ جائے تو لوگ اسے بالعموم طنز سے تعبیر کرتے ہیں، ورنہ مزاح ہاتھ آئے تو بت، نہ آئے تو خدا ہے۔

A LETTER BY NADEEM ZAFAR



The just-concluded elections confirmed that there is a divide, nearly in the middle, between those who support President Barack Obama's policies and oppose the Republican agenda of no increase in taxes on the rich, and those who oppose Obama's handling of the economy and support Republicans' fiscally conservative agenda.

It also confirmed that tomorrow's America will be much more ethnically diverse and the Democrats have truly embraced this change and benefited. It was also clear that level-headed Americans did not support truly disappointing statements from Senate hopefuls in Missouri and Indiana against women or by those running for Congress who tried to use the peace-loving, taxpaying and loyal American Muslims as punching bags.

This is not the time for another struggle for the heart and soul of the GOP or a positioning for 2016. In politics everything is negotiable and the best consensus is at the 50-50 divide, however difficult it may be. It is time for a smaller government, but it is also time for higher revenue for the state through increased taxation at the higher financial strata of the society. The future of this nation cannot be held hostage to a pledge of no tax increases, particularly when such a policy has been rejected through both popular as well as electoral votes.

No more filibustering or foot-dragging. Obama is the president for four more years. Let's be functional again, please.

Nadeem Zafar

Germantown

تسلیم و رضا کے بندے

انسان عجیب عجیب قسم کی مشکلات میں مبتلا رہتا ہے اور اسے اس مشکلات کا کوئی مناسب حل سوجھنا نہیں ہے۔ کوئی شخص اگر اپنے قد اور سوچ سے بڑی بات کرنے لگ جائے تو وہ پھر بری طرح سے پھنس جاتا ہے۔ مجھ سے لوگ آ کر پوچھتے ہیں کہ آخر ”خوش کیسے رہا جائے“ اور سکون قلب کے لیے کونسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ اب ظاہر ہے کہ میرے پاس کوئی طب یا ہومیو پیتھک کی دوا تو نہیں ہے جو میں انہیں دے کر کہوں کہ اس کی چند خوراکیں کھاؤ تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میرے پاس تو تجربات و مشاہدات ہی ہیں جن کی بنا پر میں ان سے کچھ کہہ سکتا ہوں گو تمام کے تمام واقعات مجھے پر گزرے نہیں ہیں۔ لیکن میں ان کا شاید ضرور ہوں۔ خواتین و حضرات خوش رہنے کے لیے ایک مشکل سا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کو اپنی خوشی میں شریک کیا جائے۔ اب یہ بڑا مشکل کام ہے لیکن سائنس کے فارمولے کی طرح کہ پانی یا لیکوڈ اپنی سطح ہموار رکھتا ہے اس طرح کی کوئی بات خوشی کے حصول کے لیے دستیاب کرنا مشکل ہے بلکہ خوشی کے حصول کے لیے دوسروں کو شریک کرنا پڑتا ہے وگرنہ آپ خوش نہیں رہ سکتے۔ اگر خوش قسمتی کے ساتھ کوئی ایسی کیفیت اگر حاصل ہو جائے کہ آدمی کے پاس اتنا علم نہ ہو جتنا علم وہ ساری زندگی اکٹھا کرتا رہتا ہے اور انسان میں معصومیت کی وہ لہر باقی ہو جو اسے اللہ نے عطا کر کے دنیا میں بھیجا ہے اس کیفیت یا صورت میں تو آسانی میسر آ سکتی ہے۔ اس طرح کا آدمی اپنے ارد گرد کو دیکھ کر بھی پریشان نہیں ہوتا بلکہ خوش رہتا ہے۔ آپ دیکھتے ہوں گے کہ درختوں کو قادر مطلق نے جس طرح کا پیدا کر دیا وہ وہاں ہی کھڑے ہیں۔ ایک درخت کبھی دوسرے درخت سے حاسد نہیں ہوتا۔ کبھی درخت یہ نہیں کہتا کہ ہمیں تو حی آم کا درخت بنا دیا اور لوگ ہمیں کھا کھا کر موحیں کر رہے ہیں اور ہمیں نوچ نوچ کر ٹوکریاں بھر کر لے جا رہے ہیں۔ کاش خدا نے ہمیں شہتوت کا درخت بنایا ہوتا اور مجھ پر رنگ برنگے شہتوت لگتے۔

خواتین و حضرات! انسان ہمیشہ اپنی قسمت پر شاکی رہتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مجھے ایسا ہونا چاہیے تھا، کوئی کہتا ہے مجھے ویسا ہونا چاہیے تھا لیکن درخت ایسا شکوہ نہیں کرتا۔ کبھی درختوں نے یہ شکایت نہیں کی کہ جناب جب سے پیدا ہوئے ہیں وہیں گڑھے ہوئے ہیں۔ نہ کہیں سیر کی ہے نہ گھوم پھر کے دیکھا ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ خوشی سے جھومتے رہتے ہیں اور آپ کو بھی خوشیاں عطا کرتے ہیں اور ہم باغوں کی سیریں کرتے ہیں۔ ایسے ہی پرندے اور جانور ہیں کبھی کسی شیر نے زیر بنائے کی خواہش نہیں کی۔ یا کسی برن نے کبھی فاختہ بننے کا نہیں سوچا۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کو بنانے والا علیم مطلق بہتر سمجھتا ہے کہ ہمیں کیسا ہونا چاہیے۔ اگر میں اپنے آپ کو نہ بدلوں تو مجھے کہا جائے گا کہ بن چکی ہیں اور وہ انسان Terms کا خیال رکھیں۔ ہمارے ہاں اس قسم کی عجیب و غریب Status اشفاق صاحب آپ اپنے کو شرمندہ کرتی ہیں۔ ہمیں زندگی میں کبھی کبھی ایسا انسان ضرور مل جاتا ہے جس کو دیکھ کر حیرانی ضرور ہوتی ہے کہ یہ کیسا بادشاہ آدمی ہے؟ یہ مالی طور پر بھی کمزور ہے۔ علمی و عقلی اور نفسیاتی طور پر کمزور ہے لیکن یہ خوش ہے۔ ہمارے علاقے ماڈل ٹاؤن میں ایک ڈاکیا ہے جو بڑا اچھا ہے۔ اب تو شاید جلا گیا ہے۔ اس کا نام اللہ دتہ ہے۔ اس جیسا خوش آدمی میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ اس کا عشق ڈاک اور ہر حال میں خط پہنچانا ہے۔ چاہے رات کے نو بج جائیں وہ خط پہنچا کر ہی جاتا ہے۔ وہاں علاقے میں کرنل صاحب کا ایک کتا تھا۔ اللہ دتہ کو پتہ نہ چلا اور ایک روز اچانک اس کتے نے اس کی ٹانگ پر کاٹ لیا اور اس کی ایک بوٹی نکال لی۔ خیر وہ ٹانگ پر رومال باندھ کر خون میں لت پت ڈاکخانے آ گیا۔ اسے دیکھ کر پوسٹ ماسٹر صاحب بڑے پریشان ہوئے۔ اللہ دتہ نے انہیں ساری بات سے آگاہ کیا۔ پوسٹ ماسٹر صاحب کہنے لگے کہ کیا تم نے کچھ لگایا بھی کہ نہیں!

وہ کہنے لگا نہیں حی بس ہے جارہ پھیکا ہی کھا گیا۔ میں نے وہاں کچھ لگایا تو نہیں تھا۔ اب وہ ناداں سمجھ رہا تھا کہ آیا پوسٹ ماسٹر صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ اس نے ٹانگ پر کتے کے کاٹنے سے پہلے کچھ لگایا ہوا تھا کہ نہیں۔ ہم اسے بعد میں ہسپتال لے کر گئے اور اسے ٹیکے ویکے لگوائے۔ وہ بڑی دیر کی بات ہے لیکن وہ مجھے جب بھی یاد آتا ہے تو خیال آتا ہے کہ وہ کتنا عجیب و غریب آدمی تھا جو گھبراتا ہی نہیں تھا اور ایسے آدمی پر کبھی خواہش گھیرا نہیں ڈال سکتی۔ انسان جب بھی خوش رہنے کے لیے سوچتا ہے تو وہ خوشی کے ساتھ دولت کو ضرور وابستہ کرتا ہے اور وہ امارت کو مسرت سمجھ رہا ہوتا ہے۔ حالانکہ امارت تو خوف ہوتا ہے اور آدمی امیر دوسروں کو خوفزدہ کرنے کے لیے بننا چاہتا ہے۔ جب یہ باتیں ذہن کے پس منظر میں آتی ہیں تو پھر خوشی کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے۔ ہم ایک بار ایک دفتر بنا رہے تھے اور مزدور کام میں لگے ہوئے تھے۔ وہاں ایک شاید سلطان نام کا لڑکا تھا وہ بہت اچھا اور ذہین آدمی تھا اور میں متجسس آدمی ہوں اور میرا خیال تھا کہ کام ذرا زیادہ ٹھیک ٹھاک انداز میں ہو۔ میں اس مزدور لڑکے کا کچھ گرویدہ تھا۔ اس میں کچھ ایسی باتیں تھیں جو بیان نہیں کی جا سکتیں۔ ہم دوسرے مزدوروں کو تیس روپے دیہاڑی دیتے تھے لیکن اسے چالیس روپے دیتے تھے۔ وہ جیس کی اتنی اچھی رگڑائی کرتا تھا کہ جیس پر کہیں اونچ نیچ یا دھاری نظر نہیں آتی تھی۔ وہ ایک دن دفتر نہ آیا تو میں نے ٹھیکدار سے پوچھا کہ وہ کیوں نہیں آیا۔ میں بھی دیگر افسر لوگوں کی طرح جس طرح سے ہم گھٹیا درجے کے ہوتے ہیں میں نے اس کا پتہ کرنے کا کہا۔ وہ اجہرہ کی کچی آبادی میں رہتا تھا۔ میں اپنے سیکرٹری کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر اسے لینے چلا گیا۔ بڑی مشکل سے ہم اس کا گھر ڈھونڈ کر جب وہاں گئے تو سیکرٹری نے سلطان کہہ کے آواز دی۔ اس نے کہا کہ کیا بات ہے؟

میرے سیکرٹری نے کہا کہ صاحب آئے ہیں۔ اس نے جواب دیا کیہڑا صاحب! سیکرٹری نے کہا کہ ڈائریکٹر صاحب۔ وہ جب باہر آیا تو مجھے دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس نے انتہائی خوشی کے ساتھ اندر آئے کو کہا۔ لیکن میں نے اس سے کہا کہ میں

سخت ناراض ہوں اور میں تمہاری سرزنش کے لیے آیا ہوں۔ وہ کہنے لگا کہ سر میں بس آج آ نہیں سکا۔ ایک مشکل ہو گئی تھی۔

میں نے کہا کونسی مشکل۔ تم ہمیں بغیر بتائے گھر بیٹھے ہوئے ہو اور اس طرح سے میری بڑی توہین ہوئی ہے کہ تم نے اپنی مرضی سے چھٹی کر لی۔ وہ کہنے لگا کہ سر آپ برائے مہربانی اندر تو آئیں۔ وہ مجھے زبردستی اندر لے گیا۔ اس کی بیوی جائے بنانے لگ گئی۔ میں نے اس سے کہا میں جائے نہیں بیٹوں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے چھٹی کیوں کی؟

وہ کہنے لگا کہ سر جب کل شام کو میں گھر آیا تو تین کے کنسٹر میں میں نے سورج مکھی کا ایک پودا لگایا ہوا تھا اور اس میں ڈوڈی کھل کے اتنا بڑا پھول بن گیا تھا کہ میں کھڑا کھڑا اسے دیکھتا رہا اور میری بیوی نے کہا کہ یہ پہلا پھول ہے جو ہمارے گھر میں کھلا ہے۔

وہ کہنے لگا کہ سر مجھے وہ پھول اتنا اچھا لگا کہ میں خوشی سے باگل ہو رہا تھا اور جب ہم کھانا کھا چکنے کے بعد سونے لگے تو میری بیوی نے مجھے کہا کہ ”سلطان کیا تمہیں معلوم ہے آج ہمارا کاکا چلنے لگا ہے اور اس نے آٹھ دس قدم اٹھائے ہیں۔“ اس وقت کاکا سو چکا تھا لیکن جب میں صبح اٹھا تو میں نے اپنے بیٹے کو بھی جگایا اور ہم میاں بیوی دوڑ بیٹھ گئے۔ ایک طرف سے میری بیوی کاکے کو جھوڑ دیتی۔ اور وہ ڈکھکاتا ہوا میری طرف چلتا ہوا آتا اور جب وہ مجھ تک پہنچتا تو میں اس کی ماں کی طرف اس کا منہ کر دیتا تو وہ ڈگ مگ ڈگ مگ کرتا ماں تک پہنچتا اور ٹھاکہ کر کے اس سے جمٹ جاتا۔ ہم بڑی دیر تک اپنے بیٹے کو دیکھتے رہے۔ وہ کہنے لگا ”سر اتنا اچھا پھول کھلا ہو اور بجے نے ایسا اچھا چلنا سر آج کا دن میرا ہے۔ اب میں! سیکھا ہو اور ایسا خوب صورت دن ہو تو اسے چالیس روپے میں تو نہیں بیچا جا سکتا نا شرمندہ سا ہو کر واپس آ گیا۔

خواتین و حضرات! اگر انسان میں اتنی طاقت ہو اور وہ ایسی صلاحیت رکھتا ہو تو پھر وہ خوشیوں کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے لیکن اگر اس کی زندگی کی خوشیاں ایسی ہوں جیسی ہماری ہیں اور جن کے ہم قریب بھی نہیں پھٹک سکتے اور تین کے کنسٹر میں لگا پھول ہمیں کبھی نظر ہی نہیں آ سکتا ہے۔ ہمیں خوشیاں بانٹنا آتا ہی نہیں۔ ہم نے یہ فن سیکھا ہی نہیں ہے۔

شیئر کرنا ایک ایسا مشکل کام ہے کہ ہمیں یہ کسی سکول، کالج یا یونیورسٹی نے سکھایا نہیں ہے۔ ہمیں اپنی چیزیں سنبھال کر رکھنے کی ہی ہمیشہ تلقین کی گئی ہے۔ جب پاکستان نہیں بنا تھا اس وقت تو ہمارے ہندو دوست کھانا کھاتے ہوئے اوپر پردہ ڈال لیتے تھے کہ کہیں کوئی اور کھانا نہ مانگ لے اور شریک نہ ہو جائے۔ اب ہمارے ہاں بھی ایسا رواج پروان چڑھ گیا ہے اور ہمیں بھی چھپانا آ گیا ہے اور ہم شیئر کرنے سے گھبراتے ہیں۔ اور ہماری گردنوں پر بھی بوجھ و بال بنا ہوا ہے۔ میں اکثر چھوٹے بچوں، اپنے پوتوں پوتیوں اور نواسیوں سے کہتا ہوں کہ تمہارا زیادہ قصور نہیں ہے۔ ہمارے سارے ہی علاقے پر تیزاب کی بارش ہو رہی ہے اور جب باہر نکلے تو اس کے چھینٹے پڑیں گے ہی اور آپ کو ڈپریشن کا شکار ہونا پڑے گا کیونکہ آپ اپنا آپ کھول نہیں سکتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے کہ جس طرح کا میں نے تمہیں بنایا ہے تم ویسے ہی ٹھیک ہو۔ آپ اس ناک، آنکھ، کان اور بالوں کو دیکھ کر خدا کی تعریف کرو اور سبحان اللہ کہو پھر دیکھو کتنی نعمتیں آپ پر وارد ہوتی ہیں۔ جیسے جانوروں، درختوں اور پرندوں پر وارد ہوتی ہیں۔ آپ نے کبھی دیکھا کہ پرندہ کس قدر خوش نصیب ہے جو گاتے گاتے فوت ہو جاتا ہے۔ اس کی موت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ وہ ہم انسانوں کی طرح موت سے خوف زدہ ہو کر کئی دفعہ نہیں مرتا ہے۔ اسے فکر فردا نہیں ہوتی ہے۔ ہم فکر فردا کے عذاب میں مبتلا ہو کر مرتے جا رہے ہیں۔

کروشیا“ ضرور رکھتی ”بانو قدسیہ کی والدہ جو میری ساس تھیں وہ لمبے لمبے دوروں پر جایا کرتی تھیں۔ وہ اپنے ساتھ وہ سفر میں اپنے ساتھ کروشینے کے ساتھ کھٹا کھٹ بنتی جاتی (تھیں) (شاید ہمارے ان بچوں کو کروشینے کا پتہ نہ ہو۔ ہوتی تھیں اور جب دورے سے لوٹ کر آتی تھیں تو ان کے پاس کچھ نہ کچھ بنا ہوا اور مکمل ہوا ہوتا تھا۔ جب کبھی ولایت کی خواتین آتی تھیں تو انہیں دیکھ کر بہت حیران ہوتی تھیں۔ ایک دفعہ ہم اسلام آباد جا رہے تھے تو انہوں نے اپنا کروشیا نکال لیا اور کچھ ہنسنے لگیں۔ ان کے ساتھ ایک خاتون بیٹھی تھیں۔ وہ انہیں بڑے غور سے دیکھنے لگیں۔ (ان دنوں فوکر کا زمانہ تھا) وہ خاتون کہنے لگیں کہ آپ نے تو بڑے کمال کا ڈیزائن بنایا ہے۔ یہ بہت خوب صورت ہے۔ وہ گلاس کے نیچے رکھنے والی کوئی چیز تھی۔ میری ساس اس خاتون کو کہنے لگی کہ یہ اب مکمل ہو گیا اور یہ اب تمہارا ہوا۔ اس نے بڑی مہربانی اور شکریے سے وصول کیا۔ جب میری ساس صاحبہ اس طرح کی کوئی دوسری چیز بنانے لگیں تو اس خاتون نے کہا کہ یہ تو میں حیدر کو دے دوں گی اور میں چاہتی ہوں کہ اس جیسا ایک اور میرے پاس بھی ہو۔ میری ساس کہنے لگی کہ وقت تھوڑا ہے اور یہ بن نہیں پائے گا۔ آپ مجھے اپنا ایڈریس دے دیں میں پہنچا دوں گی۔ لیکن انہوں نے بنانا شروع کر دیا۔ جب ہم پنڈی پہنچے تو انوائسمنٹ ہوئی کہ بہت دھند ہے جس کی وجہ سے لینڈنگ ممکن نہیں ہے لہذا اس جہاز کو پشاور لے جایا جا رہا ہے۔ اس سے میری ساس بڑی خوش ہوئی کہ اسے مزید وقت مل گیا ہے۔ جب پشاور لینڈ کرنے لگے تو پائلٹ کی آواز آئی کہ ہم یہاں لینڈ کرنے آئے تھے لیکن حیرانی کی بات ہے کہ اب یہاں کا موسم بھی پنڈی جیسا ہو گیا ہے۔ لہذا ہمیں واپس پنڈی جانا ہو گا کیونکہ اطلاع ملی ہے کہ وہاں کا موسم ٹھیک ہو گیا ہے۔ جب ہم پنڈی آئے تو وہ چیز تھوڑی سی رہ گئی اور مکمل نہیں ہوئی تھی۔ پائلٹ کی آواز پھر گونجی کہ ہم لینڈنگ کرنے والے ہیں لیکن ایک دو چکر اور لگائیں گے تاکہ رن وے کا درست اندازہ ہو سکے۔ جب وہ چیز مکمل بن چکی اور دو چکر بھی مکمل ہو گئے تو جہاز میں

موجود ایک فوجی نے تالی بجائی اور میری ساس کو مخاطب کرتے ہوئے بولا کہ ” بیگم صاحبہ اب لینڈ کرنے کی کیا اجازت ہے؟“ میری ساس نے کہا کہ ہاں اب ہے کیونکہ یہ بن چکا ہے۔

ہم نے اور آپ نے کبھی شیئر کرنے والا کام نہیں کیا ہے۔ ہم نے کبھی خوشیوں کو شیئر نہیں کیا۔ آپ ہمارے ٹی وی اسٹیشن کے سٹوڈیو میں داخل ہوتے ہیں تو آپ کو ایک کوری ڈور کے درمیان میں ایک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی لکھا ملے گا کہ ” مسکراہٹ بھی ایک صدقہ جاریہ ہے۔“ لیکن ہم نے اپنی مسکراہٹ پر بھی کنٹرول رکھا ہوا ہے کہ خبردار مسکرانا نہیں۔ جب ہم کالج یونیورسٹی میں جاتے ہیں تو ہمارا منہ ایسے سو جا ہوتا ہے جیسے پتہ نہیں کیا غضب ہو گیا اور ہم کہتے ہیں کہ ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم مسکراتے پھریں۔ ہمارا تو دین ہی سلامتی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جب ہم کسی کو السلام علیکم کہہ دیں تو پھر اس کا قتل نہیں کر کیونکہ آپ اس (سکتے۔ آپ کا اگر کسی کو قتل کرنے کا ارادہ ہو خداخواستہ تو پھر السلام علیکم نہ کہنا (مسکراتے رہنا شخص پر پہلے سلامتی بھیج دیں گے تو اسے قتل کیسے کریں گے۔ جب تک آپ خوشیاں بانٹیں گے نہیں خوشیاں پا نہیں سکتے۔

حاضرین محفل میں سے ایک صاحب بولتے ہیں) اشفاق صاحب اس حوالے سے حالی کا ایک شعر ہے۔)

پر طلب ہو کر منے سے زندگی کرتے رہے اس خاموشی نے ہمارا بوجھ ہلکا کر دیا

اشفاق صاحب: واہ واہ کیا بات ہے۔ (ایک اور صاحب گویا ہوتے ہیں)۔

شیئر کرنے میں ہماری سوسائٹی میں ایک خوف بھی پایا جاتا ہے کہ کہیں ہم سے کوئی کچھ چھین نہ لے۔

اشفاق احمد: تھوڑا نہیں بہت زیادہ خوف پایا جاتا ہے لیکن اگر سنارٹ مسکراہٹوں سے لیا جائے چاہے وہ کروشنے سے ہی کیوں نہ ہو تو وہ خوف ناک بات نہیں ہے۔ ہمارے بابا جی نور والے ایک دن کہنے لگے کہ اشفاق میاں تمہارے پاس جو لکھنے والا ہیں بے وہ کتنے کا ہے۔ میں نے کہا جناب جو میرے پاس ہے وہ ایک سو نوے روپے کا ہے اور بہت اچھا ہے۔ وہ کہنے لگے جب بھی پین خریدیں سستا خریدیں۔

وہ پوچھنے لگے کہ سستا کتنے کا آتا ہے؟

میں نے کہا کہ وہ ایک روپے اسی پیسے کا آتا ہے۔ (اس زمانے میں آتا تھا)۔ فرمانے لگے بس وہی لے لیا کرو۔ میں نے کہا کہ اتنا سستا پین خریدنا تو میری بڑی بے عزتی ہے۔ وہ کہنے لگے پُت جب کبھی آپ ڈاکخانے جائیں اور کوئی آپ سے پین مانگ لے کہ مجھے پتہ لکھنا ہے اور وہ بھول کر اپنی جیب میں لگا کے چلا جائے تو آپ کو کوئی غم نہیں ہو گا اور آپ آرام سے سو جائیں گے لیکن اگر ایک سو نوے روپے والا ہو گا تو آپ کو بڑا دکھ ہو گا۔ خواتین و حضرات اپنے دکھ اور کوتاہیاں دور کرنے کے لیے آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم تسلیم کرنے والوں میں، ماننے والوں میں شامل ہو جائیں اور جس طرح خداوند تعالیٰ کہتا ہے کہ دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ میرا بڑا بیٹا کہتا ہے کہ ابو دین میں پورے کے پورے کس طرح داخل ہو جائیں تو میں اس کو کہتا ہوں کہ جس طرح سے ہم بورڈنگ کارڈ لے کر اینٹر پورٹ میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر جہاز میں بیٹھ کر ہم بے فکر ہو جاتے ہیں کہ یہ درست سمت میں ہی جائے گا اور ہمیں اس بات کی فکر لاحق نہیں ہوتی کہ جہاز کس طرف کو اڑ رہا ہے۔ کون اڑا رہا ہے بلکہ آپ آرام سے سیٹ پر بیٹھ جاتے ہیں اور آپ کو کوئی فکر فاقہ نہیں ہوتا ہے۔ آپ کو اپنے دین کا بورڈنگ کارڈ اپنے یقین کا بورڈنگ کارڈ ہمارے پاس ہونا چاہیے تو پھر ہی خوشیوں میں اور آسانیوں میں رہیں گے وگرنہ ہم دکھوں اور کشمکش کے اندر رہیں گے اور تسلیم نہ کرنے والا شخص نہ تو روحانیت میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ ہی سائنس میں داخل ہو سکتا ہے۔ جو چاند کی سطح پر اتارے تھے جب انہوں نے زمین کے حکم کے مطابق ورما چلایا تھا تو اس نے کہا کہ ورما ایک حد سے نیچے نہیں جا رہا۔ جگہ پتھریلی ہے لیکن نیچے سے حکم اوپر گیا کہ نہیں تمہیں اسی جگہ ورما چلانا ہے۔ وہ ماننے والوں میں سے تھا اور اس نے بات کو تسلیم کرتے ہوئے اسی جگہ ورما چلایا اور اس کے بالآخر وہ گوہر مقصود ہاتھ آ گیا جس کی انہیں تلاش تھی۔

خواتین و حضرات ماننے والا شخص اس زمین سے اٹھ کر افلاک تک پہنچ جاتا ہے اور وہ براق پر سوار ہو کر جوتوں سمیت اوپر پہنچ جاتا ہے اور جو نہ ماننے والا ہوتا ہے وہ بے چارہ ہمارے ساتھ نہیں گھومتا پھرتا رہ جاتا ہے۔ سائنسدان کہتے ہیں کہ جب ہم یہ مان لیتے ہیں کہ زمین میں کشش ثقل ہے تو پھر ہم آگے جلتے ہیں اور ہمارا اگلا سفر شروع ہوتا ہے جبکہ نا ماننے سے مشکل پڑتی ہے۔

اللہ آپ کو آسانیاں عطا فرمائے اور آسانیاں تقسیم کرنے کا شرف عطا فرمائے۔ اللہ حافظ

اشفاق احمد

SHARED BY ARJUMAND ASIF

پریشانی آزمائش ہے یا سزا

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا:- یہ کیسے پتہ چلے گا کہ جو پریشانی یا مصیبت، ہم پر آئی ہے وہ اللہ کی طرف سے آزمائش ہے؟
یا ہم پر اللہ کی طرف سے سزا ہے؟

آپ نے جواب دیا

جو "مصیبت" تجھے اللہ کے طرف لے جائے وہ "آزمائش" ہے
جو "مصیبت" تجھے اللہ سے دور کر دے وہ "سزا" ہے۔۔

Posted by Saleem Abubakar Khanani

Allama Iqbal's migration from philosophy to love.

Iqbal started his academic career with the study of philosophy.

From 1893 to 1910 his nights and days were spent in studying both eastern and western philosophy.

He writes

بے فلسفہ مرے آب و گل میں

پوشیدہ بے ریشم ہائے دل میں

But from 1911 onwards he continued his journey in a different direction. He embarked upon a serious research oriented study o

f the Holy Quran. He soon realized

انجام خرد بے بے حضوری

بے فلسفہ زندگی سے دوری

In 1918 he adopted the religion of love that he pursued till the end of his life.

The last quartain of پیام مشرق

sums it up.

گریز آخر ز عقل ذو فنون کرد

دل خود کام را از عشق خون کرد

ز اقبال فلک پیما چہ پرسی

حکیم نکتہ دان ما جنون کرد

Eventually he walked away from from the multidisciplined intellect

he turned his selfish heart into blood

what are you now asking from the once philosopher Iqbal

the all knowing sage has turned him into passion

حکیم نکتہ دان سے مراد یا قران یا مولانا رومی ہیں یا کوئی اور صاحب عشق

Allama Iqbal's advice to the aging class of Dow85

میان لالہ و گل آشیان گیر

ز مرغ نغمہ خوان درس فغاں گیر

اگر از ناتوانی گشتم ای پیر

نصیبی از شباب این جہان گیر

Make your garden between the tulip and the rose

learn the art of crying from the singing bird

If you have grown old due to weakness

Takd your share from this youthful world

A modern day explanation:

Live in the company of the beauties

Listen to the romantic songs of Amitabh and Rajesh Khanna on Youtube

What if we are old, the world is still young.

نوارا تلخ تر می زن چو ذوق نغمه کم یابی
حدی را تیز تر می خوان چو محمل را گران بینی

How to wake up our compatriots who have been sleeping since 1947?

اگر سننے والوں میں ذوق نہیں تو خاموشی کی بجائے اپنی آواز میں
زور پیدا کرو
اگر اونٹوں پر سفر کرنے والے سست پڑ گئے ہوں تو حدی میں تیزی پیدا
کر
حدی وہ نغمہ ہے جو اونٹ چلانے والے گاتے ہیں

ز نفس اگر دو روزی بہ بقا رسیدہ باشی
چو نسیم گل ہوائی بہ ہوا رسیدہ باشی
ز خیال خویش بگذر چہ مجاز و کو حقیقت
چو گذشتی از کدورت باصفا رسیدہ باشی
Do not puff up if you achieved power and fame for a
couple of days
All of this will pass like a flowery breeze
Do not weave stories in your mind since you do not know
for sure what is real and what is not
when you stop judging and hating others only then you all
attain the purity of heart

THE PROBLEM OF GOOD AND EVIL

The problem of good and evil has posed one of the most
mind boggling issues in the philosophy of religion.
In fact the question why evil exists if there is a merciful
God has shaken the faith of many.

Lets look at how Iqbal handles it.

چو گویم نکته زشت و نکو چیست
زبان لرزد که معنی پیچدار است
بروز از شاخ بینی خار و گل را
درون آورد نه گل پیدا نه است

What shall say what is the reason for the existence of
good and evil

Its explanation is so complex that my tongue trembles
It is like a branch that carries both the rose and the thorn
on its outside.

But inside it there is no rose and no thorn.

SHARED BY FARRUKH HASHMI



Once I saw a guy on a bridge about to jump. I said, "Don't do it!" He said, "Nobody loves me." I said, "God loves you. Do you believe in God?"

He said, "Yes." I said, "Are you a Muslim or a non-Muslim?" He said, "A Muslim." I said, "Me, too!

Shia or Sunni?" He said, "Sunni." I said, "Me, too! What mazhab?" He said, "Hanafi." I said, "Me, too!

Deobandi or Barelvi?" He said, "Barelvi." I said, "Me, too! Tanzeehi or Tafkeeri?" He said, "Tanzeehi." I said, "Me, too!

Tanzeehi Azmati or Tanzeehi Farhati?" He said, "Tanzeehi Farhati."

I said, "Kaafir" and I pushed him over.

I said: what about my eyes?
God said: Keep them on the road.
I said: what about my passion?
God said: Keep it burning.
I said: what about my heart?
God said: Tell me what you hold inside it?
I said: pain and sorrow?
He said: ..stay with it.
The wound is the place where the Light enters you.

~ Rumi

"Sometimes being a friend means mastering the art of timing.

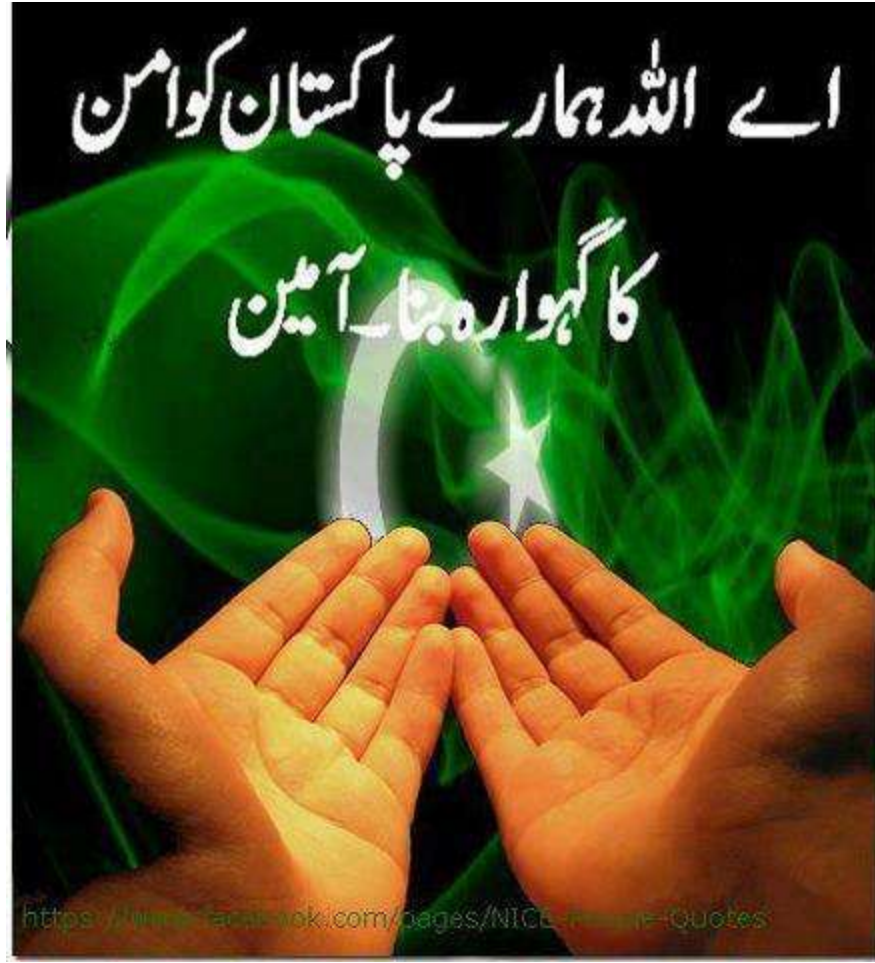
There is a time for silence.

A time to let go and allow people to hurl themselves into their own destiny.

And a time to prepare to pick up the pieces when it's all over."

SHARED BY KEHKASHAN QAMAR





SHARED BY KEHKASHA QAMAR

... * سیب حرام ہے *

یہ ایک شخص مسجد میں تحیۃ المسجد ادا کر رہا تھا کہ سگریٹ کی ناگوار بدبو نے مجھے بے چین کر کے رکھ دیا، خشوع و خضوع قائم رکھنا تو بعد کی بات تھی بدبو کی شدت سے نماز پوری کرنا بھی محال لگ رہا تھا۔ سلام پھیر کر دیکھا تو قریب ہی ایک آدمی نماز ادا کر رہا تھا۔ سگریٹ نوشی کی کثرت سے اس کے ہونٹ سیاہ پڑ چکے تھے۔ میں نے سوچا یہ نماز سے فارغ ہو چکے تو اس سے بات کرونگا، شای

د میری نصیحت سے اس پر کوئی مثبت اثر پڑ جائے۔ لیکن مجھے اس وقت حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب اس شخص کے ساتھ بیٹھے ایک نوجوان نے اسکی نماز سے فراغت پر مجھ سے پہلے ہی اس سے گفتگو کرنا شروع کی، سننے کیلئے میں نے بھی کان لگائے تو کچھ اس قسم کی بات چیت ہو رہی تھی:

نوجوان: السلام و علیکم، چچا آپ کون ہیں؟

وہ آدمی: میں ہوں۔

نوجوان: چچا، کیا آپ نے شیخ عبدا لحمید کشک کا نام سنا ہے؟

وہ آدمی: جی، میں جانتا ہوں انہیں۔ نوجوان:

اچھا تو آپ شیخ جاد الحق کو بھی جانتے ہونگے؟

وہ آدمی: جی، میں انہیں بھی جانتا ہوں۔

نوجوان: تو آپ شیخ مجد الغزالی کو بھی جانتے ہیں؟

وہ آدمی: جی، میں انہیں بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔

نوجوان: تو پھر آپ ان کی کیسٹیں اور فتاویٰ جات بھی سنتے ہونگے نا؟

وہ آدمی: جی، میں ان کی کیسٹیں بھی سنتا ہوں اور انکے فتاویٰ جات بھی۔

نوجوان: آپ جانتے ہیں نا یہ سارے شیوخ سگریٹ کو حرام کہتے ہیں، تو پھر آپ کیوں پیتے ہیں سگریٹ؟

وہ آدمی: (جو اب اس ساری گفتگو سے بیزاری سی محسوس کر رہا تھا) نہیں سگریٹ نوشی حرام نہیں ہے۔

نوجوان: نہیں، حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد بھی تو یہی ہے نا کہ (پلید چیزوں کو تم پر حرام کر دیا گیا ہے)۔ کیا

کبھی سگریٹ شروع کرتے وقت آپ نے بسم اللہ پڑھی ہے یا سگریٹ ختم ہونے پر الحمد للہ کہی ہے؟

وہ آدمی: (تقریباً بھناتے ہوئے) مجھے قرآن شریف کی ایک آیت دکھا دو جس میں کہا گیا ہو کہ (ویحرم علیکم

الدخان) اور ہم نے تم پر سگریٹ نوشی حرام قرار دی ہے۔

نوجوان: چچا یقین کیجئے اسلام میں سگریٹ نوشی بالکل ویسے ہی حرام ہے جس طرح سیب حرام ہے۔

اس آدمی کا صبر کا پیمانہ لبریز ہی ہو چکا تھا، جھلاتے ہوئے خونخوار لہجے میں بولا اوئے لڑکے، تو ہوتا کون ہے کہ

جس چیز کو چاہے حرام قرار دے اور جس چیز کو چاہے حلال قرار دیدے؟

وہ نوجوان نہایت ہی تحمل سے بولا کہ پھر لائیے اک آیت جس میں لکھا ہو کہ (ویحل لکم التفاح) اور ہم نے تم پر

سیب کو حلال کر دیا ہے۔

نوجوان کی گفتگو نے اس آدمی کو ششدر ہی کر کے رکھ دیا تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ اب رویا کہ تب، مسجد میں

اقامت کی آواز گونج اٹھی تھی اور لوگ جماعت کیلئے کھڑے ہو رہے تھے۔ نماز کے بعد وہ آدمی پھر اس نوجوان

کی طرف متوجہ ہوا اور بولا دیکھو نوجوان، میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آئندہ کبھی سگریٹ نوشی نہیں

کرونگا